شاہ ولی اللہؒ کی قرآنی خدمات کا تحقیقی جائزہ

حکمت اللہ خان آکاخیل*

Abstract

Hazrat Shah Waliullah (R.A), a well-known scholar, was born in Delhi on the 21st of February, 1703 A.D. He rendered many religious, political, economic and social services to The Muslims of India. In many of his services, the greatest one is that he translated The Holy Quran into Persian because many people were unfamiliar with Arabic. Later his sons, Shah Abdul Qader and Shah Rafi-ud-Din, translated The Holy Quran into Urdu so more and more people could gain Islamic knowledge. He elaborated The Quranic sciences in different aspects and the research in your hand is also about his "Quranic Services". He wrote fifty one books in Persian and Arabic. Amongst the most famous were Hujjatulla-hil-Baligha and Izala-tul-khifa. He died on 20th of August, 1762 A.D in Delhi,India.

***KEYWORDS**: Quranic Services, Shah Waliullah, Hujjatulla-hil-Baligha.*

پس منظر

اورنگزیب عالمگیر نے اپنے دور حکومت میں اکبری عہد کے الحاد اور اباحیت کا قلع قمع کر دیا تھا اور مجدد الف ثانیؒ کے خانوادۂ گرامی کے زیر اثر ہندوستان میں ایسی صورت حال پیدا کر دی تھی کہ اگر ان کے جانشین ذرا بھی ہوش وعقل سے کام لیتے تو اس ملک میں نہ ان کے اقتدار کو زوال لاحق ہوتا اور نہ معتقدات کو لیکن اورنگزیب کے جانشین عیش کوش، دوں ہمت اور حکمرانی کی تمام اعلیٰ صلاحیتوں سے عاری نکلے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی وفات کے بعد فتنوں کا جیسے آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا۔ ملک میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ اقتدار کی باہمی کشاکش، سازشوں پر سازشیں اور امراء کی

* حکمت اللہ خان آکاخیل، ریسرچ اسکالر، شعبۂ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، کراچی۔

دھڑے بازیاں شروع ہو گئیں پھر تو ایسا خونی انقلاب آیا کہ دلی خون میں نہا گئی۔ نادر شاہ شامتِ اعمال بن کر نازل ہوا اور اس نے دلی کے سہاگ کی چادر کو تار تار کر دیا، مرہٹوں کی تاخت و تاراج، جاٹوں کی لوٹ مار اور سکھوں کے مظالم کی داستانیں آج بھی مؤرخین کو خون کے آنسو رلاتی ہیں۔

مسجدیں ویران تھیں، خانقاہوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا، محل سازشوں کی آماجگاہ، عیاشیوں اور ہوس پرستی کے مراکز بنے ہوئے تھے، مغلوں کے اقتدار کا چراغ ٹمٹما رہا تھا، صرف ایک جھونکے کا انتظار تھا ان حالات کو دیکھ کر انگریزوں، پرتگالیوں اور فرانسیسیوں کی حرص آلود نگاہیں ہندوستان پر پڑ رہی تھیں۔ غرض یہ کہ ہر طرف تاریکی تھی، ایک بھیانک تاریکی، نشان منزل گم اور چراغ راہ بجھا ہوا تھا۔

ایسے حالات میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مسلمانان ہند کی دینی، سیاسی اور اصلاحی خدمات کا بیڑہ اٹھایا۔ ملکی حالات وسیاسیات پر آپ کی گہری نظر تھی۔ مسلمانان برصغیر کے مسائل ہر وقت آپ کے پیش نظر رہے اور آپ نے ہمیشہ ان کے مسائل کے حل کی راہ نکالی۔ آپ نے احیائے دین، اشاعت کتاب وسنت، اسرار ومقاصد شریعت کی توضیح وتنقیح، تربیت وارشاد اور ہندوستان میں ملت اسلامیہ کے تحفظ کا علم اٹھایا اور اصلاح وتجدید کی مختلف تحریکوں کا آغاز کیا۔ ساتھ ساتھ ہندوستان میں اسلامی اقدار کی حفاظت، سیاسی تبدیلیوں اور ابھرتی ہوئی طاقتوں کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا اور ان میں ملت کے تحفظ اور تشخص کے بقا کی تدبیریں کیں۔ آپ کے بعد آپ کے چار ہونہار اور یگانۂ روزگار فرزندوں اور بے شمار تلامذہ نے آپ کی تحریک کو آگے بڑھا کر ایسی گرانقدر اور عظیم الشان خدمات انجام دیں کہ جن کے اثرات آج تک محسوس کیے جا رہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے دینی ادارے ہوں یا علوم دینیہ کے مراکز، اسلام کی سربلندی کی کوششیں اور تحریکات ہوں یا دینی علمی اور تصنیفی سرگرمیاں، یہ سب خانوادۂ شاہ ولی اللہؒ کی انھی خدمات کا ثمرہ ہیں۔ زیر نظر مقالہ " شاہ ولی اللہؒ کی قرآنی خدمات کا تحقیقی جائزہ" شاہ صاحبؒ کی ایسی ہی خدمات کی ایک جہت ہے اللہ تعالی قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

شاہ ولی اللہؒ کی خدماتِ قرآنی کی اہمیت

شاہ صاحبؒ کی خدمات میں سے خدماتِ قرآنی کے عنوان کے انتخاب کا سبب یہ بنا کہ تجدید دین و اصلاح امت کا کام کسی دور اور کسی ملک میں بھی شروع کیا جائے تو قرآن ہی کو اولیت حاصل ہو گی اور اس کے بغیر احیائے دین و ملت کی جو کوشش بھی کی جائے گی وہ نقش بر آب اور عمارت بے اساس ہو گی۔ قرآن نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات و مکالمات سے اور مستند تاریخ نے نائبین انبیاء اور علماء ربانیین کے طرز عمل اور ترتیب کار سے اسی حقیقت کو ثابت کیا ہے اور قیامت تک یہ ہر اس اصلاح وتجدید کا دستور العمل رہے گا، جس کا مزاج نبوی ﷺ اور جس کا نظام قرآنی ہو گا۔

بارھویں صدی ہجری میں ہندوستان کی مذہبی حالت

بارھویں صدی ہجری کے ہندوستان کی مذہبی حالت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے، جہاں اسلام

ترکستان، ایران اور افغانستان کا چکر کاٹ کر اور اپنی بہت کچھ تازگی و توانائی کھو کر ان لوگوں کے ذریعے پہنچا جو براہ راست فیضان نبوت سے مستفیض نہیں ہوئے تھے اور جن میں سے بہت سے اپنے نسلی اور قومی اثرات سے بالکلیہ آزاد نہیں ہو سکے تھے۔ پھر ہندوستان میں ہزاروں برس سے ایک ایسا مذہب، فلسفہ اور تہذیب حکمرانی کر رہے تھے جن کے رگ و پے میں وثنیت اور شرک جاری و ساری تھا اور جو ان آخری صدیوں میں وثنیت کا سب سے بڑا نمائندہ اور جاہلیت قدیم کا امین و محافظ رہ گیا تھا، یہاں برہمنیت اور دوسرے مشرکانہ ماحول سے منتقل ہو کر ہندوستان کی مسلمان آبادی کا ایک بڑا حصہ آغوش اسلام میں آیا تھا۔ پھر یہ بھی ذہن میں تازہ رہے کہ اس ملک کا (طویل ترمدت میں) قرآن و حدیث سے براہ راست وہ رابطہ نہیں رہا تھا۔ جو ایران کے اثر سے علوم حکمت اور فلسفہ ءیونان سے رہا۔ علوم دینیہ میں اگر اس کا علمی و درسی طور پر رابطہ رہا تو فقہ، اصول فقہ و علم کلام سے جن کا موضوع اور میدان بحث، مسائل و جزئیات اور اصول استنباط مسائل اور عقائد پر فلسفیانہ بحث سے ہے، عقائد کی اصلاح اور توحید کی ابتدائی دعوت نہیں۔

ہندوستان کے مذاہب، فلسفوں اور یہاں کے رسوم و عادات کا دسویں صدی ہی میں مسلم معاشرے پر جو اثر پڑ چکا تھا، اس کا اندازہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس سے آثار مشرک کی تعظیم، غیر اللہ سے استمداد اور طلب حوائج کے مشرکانہ عقیدے اہل کفر کے تہواروں کی تعظیم اور ان کے رسوم و عادات کی تقلید، بزرگوں کے لیے حیوانات کو نذر و ذبح کرنے، پیروں اور بیبیوں کی نیت سے روزے رکھنے اور سیتلا سے خوف اور اس کی تعظیم (جس کو چیچک کی بیماری کی ذمہ دار دیبی سمجھا جاتا ہے) تک کی ہندوانہ ذہنیت اور توہم پرستی کا اندازہ ہوتا ہے، جو مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہو چکی تھی۔ اس عہد پر اور سو (۱۰۰) برس گزر جانے کے بعد اور قرآن و حدیث سے براہ راست قوی اور عام رابطہ نہ پیدا ہونے کی وجہ سے عقائد میں جو خلل غیر اسلامی بلکہ منافیٔ اسلام عقائد و اعمال کا جو اثر اچھے اچھے گھرانوں پر پڑا ہو، اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے زمانے میں غیر مسلموں کے اثرات، قرآن و حدیث سے ناواقفیت اور دوری نے ہندوستان میں جو صورت حال پیدا کر دی تھی اور دین حنفی کے (جس میں شرک کی کسی پرچھائیں کی گنجائش نہ تھی) متوازی جو نظام عقائد اور مسلم معاشرے میں جاہلیت کا جو سبزہ خودرو پیدا ہو گیا تھا، اس کا کچھ اندازہ خود شاہ صاحبؒ کی کتابوں کے بعض اقتباسات سے ہو سکتا ہے۔

شاہ صاحبؒ تفہیمات میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ تم مسلمان بھی آخر کار اپنے سے پہلے کی امتوں کے طریقے اختیار کر لوگے، اور جہاں جہاں انھوں نے قدم رکھا ہے، وہاں تم بھی قدم رکھوگے، حتیٰ کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے، صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اور کون؟ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔" (۱)

ایک اور جگہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"سچ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے، ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ ضعیف الایمان مسلمان دیکھے ہیں، جنھوں نے صلحاء کو ارباب من دون اللہ بنالیا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں، جو کلام شارع میں تحریف کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ نیک لوگ اللہ کے لیے اور گنہگار میرے لیے، یہ اسی قسم کی بات ہے جیسے یہودی کہتے تھے کہ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرۃ ۸۰) ہم دوزخ میں نہ جائیں گے اور گئے بھی تو بس چند روز کے لیے) سچ پوچھو تو آج ہر گروہ میں دین کی تحریف پھیلی ہوئی ہے۔ صوفیہ کو دیکھو تو ان میں ایسے اقوال زبان زد ہیں، جو کتاب و سنت سے مطابقت نہیں رکھتے، خصوصاً مسئلہ توحید میں اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شرع کی انھیں بالکل پروا نہیں ہے۔"(۲)

اپنے شہرہ آفاق رسالہ الفوز الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اگر تم کو (عہد جاہلیت کے) مشرکین کے عقائد و اعمال کے اس بیان کے صحیح تسلیم کرنے میں کچھ توقف ہو، تو چاہیے کہ اس زمانے کے تحریف کرنے والوں کو علی الخصوص جو دارالاسلام کے نواح میں رہتے ہیں، دیکھو کہ انھوں نے ولایت کی نسبت کیا خیال باندھ رکھا ہے، وہ لوگ باوجودیکہ اولیائے متقدمین کی ولایت کے معترف ہیں، مگر اس زمانے میں اولیاء کے وجود کو قطعاً محال شمار کرتے ہیں اور قبروں اور آستانوں پر پھرتے ہیں اور طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہیں اور تحریف و تشبیہ نے ان کے اندر کس قدر رواج پکڑا ہے، موافق حدیث (تم اپنے پیشرو لوگوں کے نقش قدم پر چلو گے) ان آفات میں سے کوئی آفت بھی نہیں رہی، جس پر آج مسلمانوں کی کوئی نہ کوئی جماعت کاربند اور اس کے مانند دیگر امور کی معتقد نہ ہو (عافان اللہ سبحانہ عن ذالک)۔" (۳)

مرض کا علاج اور اصلاح حال کا موثر طریقہ اشاعت قرآن

شاہ صاحبؒ نے اس مرض بلکہ وبائے عام کے علاج کے لیے قرآن مجید کے مطالعہ و تدبر اور اس کے فہم کو سب سے موثر علاج سمجھا اور یہ بات محض ذہانت، قوت مطالعہ اور قیاس پر مبنی نہیں تھی بلکہ ایک ایسی بدیہی حقیقت تھی جس پر قرآن مجید خود شاہد اور نہ صرف عہد بعثت کی تاریخ بلکہ اسلام کی پوری تاریخ دعوت اور سرگزشت اصلاح و تجدید گواہ ہے۔ خاص طور پر حقیقت توحید اور حقیقت شرک کو ظاہر کرنے کے لیے اس سے زیادہ واضح، اس سے زیادہ طاقتور اور دل نشین ذریعے کا تصور نہیں ہو سکتا، ترجمان قرآن شاہ عبد القادرؒ نے اپنے مقدمے موضح القرآن میں جتنے سادہ اور دل نشین انداز میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے، اس سے زیادہ مشکل ہے، فرماتے ہیں:

"بتانے والے بہیتر ابتائیں جیسا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ بتایا ہے، ویسا کوئی نہیں بتا سکتا اور جیسا

اثر اور راہ پانا خدا کے کلام میں ہے، کسی کے کلام میں نہیں۔" (۴)

حجاز مقدس کے قیام میں شاہ صاحبؒ کو ہندوستان کی اس دینی صورت حال اور اس کے تعلیمات قرآن اور تعلیمات اسلام سے بُعد اور منافات کا احساس اور شدت سے پیدا ہو گا اور وہاں نورانی، روحانی اور قرآنی فضا جہاں سے توحید کا زمزمہ سب سے پہلے بلند ہوا شاہ صاحبؒ کے قلب بیدار میں اس کا داعیہ کہ وہ ہندوستان میں قرآن مجید کی دولت کو عام کریں، ایسی وضاحت اور شدت سے پیدا ہوا ہو گا جس کو اس الہام اور اشارۂ غیبی سے تعبیر کر سکتے ہیں جو نفوس زکیہ پر ہر عہد میں کسی ضروری دینی کام کی تکمیل کے لیے وارد ہوا کرتا ہے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ صاحبؒ نے قرآن مجید کے فارسی ترجمے کا کام جس نے فتح الرحمٰن کے نام سے تکمیل پائی، حجاز سے واپسی پر شروع فرمایا۔

حج سے واپس آنے کے پانچ سال بعد ۱۷۳۷۔۳۸ء میں آپ نے فارسی زبان میں کلام مجید کا ترجمہ کیا۔ جب علماء کو اس کا پتا چلا تو تلواریں کھینچ کر آگئے کہ یہ کلام مجید کی انتہائی بے ادبی ہے۔ بعض سوانح نگار لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے شاہ صاحب کی جان خطرے میں پڑ گئی کہ انھیں کچھ عرصے کے لیے دہلی سے چلے جانا پڑا۔ لیکن بالآخر شاہ صاحب کی جرأت اور فرض شناسی کامیاب ہوئی انھوں نے لوگوں کو سمجھایا کہ کلام اللہ اس لیے نہیں آیا کہ اسے ریشمی جزدان میں لپیٹ کر طاق پر تبرّکاً رکھا جائے یا جس طرح دوسری قومیں منتر پڑھا کرتی ہیں، ہم اسے طوطے کی طرح بغیر سمجھے پڑھ دیں۔ یہ کتاب انسانی زندگی کے متعلق اہم ترین حقائق کو بے نقاب کرتی ہے۔ اس کے نازل ہونے کا مقصد یہ تھا کہ اسے لوگ پڑھیں اور ان حقائق کو اپنی زندگی کا دستورالعمل بنائیں اور اس وقت رائج الوقت زبانوں میں اس کا ترجمہ ضروری ہے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ معترضین کی مخالفت کم ہوئی اور نہ صرف شاہ صاحبؒ کے ترجمے نے رواج پایا بلکہ اردو اور دوسری زبانوں کے ترجموں کی راہ پیدا ہو گئی۔" (۵)

یہ حقیقت ہے کہ اس وقت ہندوستان کیا تقریباً تمام عجمی ممالک جن میں ترکستان، ایران اور افغانستان ہندوستان کے قریبی ہمسائے تھے۔ اور انھی کے رجحانات، مشاغل، ذوق و تسلیم شدہ حقائق کا سایہ ہندوستان کے علمی و دینی حلقوں پر پڑتا تھا، یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ قرآن مجید اخص الخواص طبقے کے مطالعے، غور و فکر اور فہم و تفہیم کی کتاب ہے، جس کا سمجھنا ایک درجن سے زیادہ علوم پر موقوف ہے، اس کو عوام میں لانا، عوام کو براہ راست اس کے مطالب سے واقفیت پیدا کرنے اور اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کرنے کی دعوت دینا سخت خطرناک، ایک بڑی گمراہی اور فتنے کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے اور عوام میں ذہنی انتشار، خود رائی اور علماء سے بے نیازی بلکہ بغاوت اور سرکشی کی دعوت دینا ہے۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے، جو کہ بہت سے علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا ہو اور اپنے زمانے کا علامہ ہو، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا

مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الجمعہ:۲) (خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں پیغمبر بھیجا، انھیں ان پڑھوں میں سے پڑھتا ہے وہ پیغمبر ان ان پڑھوں پر خدا کی آیتیں اور ان کو گناہ کے میل سے پاک کرتا اور کتاب اور اس کی تدبیر سکھاتا ہے) یعنی رسول خدا ﷺ بھی ان پڑھ آپ ﷺ کے اصحاب بزرگوار بھی ان پڑھ تھے مگر جب رسولِ خدا ﷺ نے اپنے اصحاب کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھیں تو وہ ان کو سن کر ہر قسم کی برائی اور بگاڑ سے پاک صاف ہو گئے، پس اگر ناخواندہ آدمی قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتا اور اس کی سمجھ کی استعداد نہیں رکھتا تو صحابہؓ برائی اور عیبوں سے کیونکر پاک صاف ہو گئے؟ اس قوم پر سخت افسوس ہے، جو صدرہ سمجھنے اور قاموس جاننے کا تو دعویٰ کرتے ہیں مگر قرآن و حدیث کو سمجھنے میں اپنے آپ کو محض نادان ظاہر کرتے ہیں اور بعضے یوں کہتے ہیں کہ ہم پچھلے لوگ ہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی برکت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی صلاحیت سلامت کہاں سے لائیں جو قرآن و حدیث کے معنی بخوبی سمجھ سکیں۔ ان کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجمعہ:۳) یعنی پچھلے لوگ خواہ پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ ہوں اور اصحاب کے طریقہ کی پیروی کا ارادہ کریں اور قرآن و حدیث کو سنیں تو انھیں بھی پاک کرنے کے لیے یہی قرآن و حدیث کافی ہو سکتے ہیں۔ اور فرماتا ہے: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:۲۲) (اور البتہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے واسطے آسان کر دیا، پس کوئی نصیحت لینے والا ہے؟) یہ کیونکر آسانی ہو سکتی ہے کہ کافیہ پڑھنے والے اور شافیہ جاننے والے تو اس کے معنی سمجھنے سے عجز ظاہر کرتے اور عرب کے جنگلی لوگ اس کی حقیقت سے بہرہ ور ہوتے ہیں، اس کے علاوہ ایک جگہ یوں فرمایا ہے: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (محمد:۸۲) (کہ قرآن میں کیوں نہیں فکر کرتے) پس اگر قرآن مجید آسان نہ ہو تو اس میں فکر کیونکر کیا جائے۔ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد۔۲۴) (یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں) یعنی باوجودیکہ دلوں پر قفل نہیں لگے ہوئے ہیں پھر بھی یہ کیسی گمراہی ہے، کہ قرآن کے فکر میں زور نہیں لگاتے۔ لیکن بقول شاعر

نوارا تلخ ترمی زن چوں ذوق نغمه کمیابی
حُدی راتیز ترمی خواں چوں محمل را گراں بینی

فارسی زبان میں ترجمۂ قرآن کی ضرورت

شاہ صاحبؒ نے اس بد مذاقی، بے توفیقی اور غلط اندیشی کو دیکھ کر جس کے حدود و یصدون عن سبیل الله سے مل جاتے تھے، فیصلہ کیا کہ قرآن مجید کا سلیس فارسی زبان میں ضرور ترجمہ کرنا چاہیے جو ہندوستان میں قیام حکومت اسلامیہ کے بعد سے ملک کی دفتری، علمی، تصنیفی اور خط کتابت کی زبان تھی اور تقریباً ہر پڑھا لکھا مسلمان اگر اس میں بول لکھ نہیں سکتا تھا تو اس کو بہتر سمجھتا ضرور تھا۔ ہندوستان میں فارسی زبان کی اس طویل عملداری میں جس کی مدت سات

صدیوں سے کم نہ تھی، قرآن مجید کے فارسی میں ایک درجن بھی ترجمے ہوتے تو تعجب کی بات نہ تھی، لیکن حسن بن محمد علقمی المعروف بہ نظام نیشاپوری ثم دولت آبادی کے ترجمے سے پہلے جو آٹھویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے، کسی فارسی ترجمے کا سراغ نہیں لگتا نیشاپوری کا یہ فارسی ترجمہ ان کی عربی تفسیر غرائب القرآن میں شامل ہے۔(۶)

ہندوستان میں شیخ سعدیؒ کے ترجمے کے نام سے ایک ترجمہ مشہور ہے مگر اس کا انتساب شیخ سعدیؒ کی طرف صحیح نہیں ہے، تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ علامہ سید شریف علی الجرجانی (م ۸۱۶ھ) کا کیا ہوا ہے۔

اس کے بارے میں شیخ محمد اکرم مصنف رود کوثر بھی لکھتے ہیں کہ: "شیخ سعدیؒ کا ایک ترجمہ اب بھی بازار میں ملتا ہے لیکن شیخ سعدیؒ سے اس کی نسبت مشتبہ ہے اور یقیناً یہ ترجمہ کبھی بھی رائج نہیں ہوا۔" (۷)

تفسیر و ترجمہ فتح الرحمٰن

الغرض شاہ صاحبؒ نے سفر حجاز سے واپسی کے پانچ سال بعد (غالباً اصلاح عقائد کی ان کوششوں کا نتیجہ دیکھنے کے بعد جو خصوصی درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے ذریعے ہو رہی تھیں) یہ فیصلہ کیا کہ ہدایت عام، اصلاح عقائد اور اللہ تعالیٰ سے طاقتور رابطہ پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ قرآن مجید کی ہدایت و تعلیمات کی براہ راست اشاعت و تبلیغ سے زیادہ موثر نہیں ہو سکتا اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ اور اس کی اشاعت، خود شاہ صاحبؒ کی زبان سے اس کے محرکات و اسباب اور اس اقدام کی تعریف سنیے، تفسیر فتح الرحمان کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

> "یہ زمانہ جس میں کہ ہم موجود ہیں اور یہ ملک جس کے ہم باشندے ہیں، اس میں مسلمانوں کی خیر خواہی تقاضا کرتی ہے کہ ترجمۂ قرآن سلیس اور اب محاورہ فارسی میں بغیر اظہار فضیلت اور عبارت آرائی کے اور متعلق قصوں اور توجیہات کا ذکر کیا جائے۔ تاکہ عوام اور خواص یکساں طور پر سمجھ سکیں اور چھوٹے بڑے بھی معانی قرآن کا ادراک کر سکیں۔ اس لیے اس اہم کام کا داعیہ فقیر کے دل میں ڈالا گیا اور اس کے لیے مجبور کیا گیا۔"

پہلے ترجموں پر غور کیا گیا تاکہ جس ترجمے کو معیار کے مطابق پایا جائے، اس کی ترویج کی جائے اور یہ ترجمہ حتی الامکان اہل زمانہ کے ذوق کے مناسب ہو، لیکن ان ترجموں میں یا تو بے کیف طوالت ہے یا خلل انداز اختصار و اجمال ہے، اس عرصے میں زہراوین (سورۂ بقرہ و نساء) کا ترجمہ ہو گیا۔ اس کے بعد سفر حرمین کا اتفاق ہو گیا اور وہ سلسلہ ختم ہو گیا، کئی سال بعد ایک عزیز ترجمہ قرآن پڑھنے لگے اور یہ کام اس گزشتہ عزم کا متحرک بن گیا، اور یہ فیصلہ ہوا کہ سبق کے بقدر ترجمہ لکھ لیا جائے، جب ثلث قرآن مجید تک ترجمہ ہو گیا تو ان عزیز کو سفر پیش آگیا اور ترجمہ پھر موقوف ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد پھر ایک تقریب پیدا ہوئی اور وہ پرانا خیال تازہ ہوا اور دو ثلث تک ترجمہ ہو گیا۔

بعض دوستوں کو مسودہ صاف کرنے کے لیے کہا گیا اور یہ کہ اس کے ساتھ متن قرآن بھی لکھ دیں تاکہ مستقل نسخہ تیار ہو جائے، ان سعادت مند دوستوں نے عید الاضحیٰ ۱۱۵۰ھ سے تبییض شروع کی، اس کے بعد پھر اس عزم

کو تحریک ہوئی، اور اخیر تک ترجمہ مکمل ہو گیا اور اوائل شعبان میں تسوید ختم ہوئی اور ۱۱۵۱ھ میں مسودہ صاف ہو گیا اور ۱۱۵۶ھ میں برادر دینی عزیز القدر خواجہ محمد امین اکرمہ اللہ تعالیٰ بشہودہ کے اہتمام سے اس کتاب کی ترویج ہوئی اور اس کا درس شروع ہوا اور اس کے متعدد نسخے تیار ہو گئے اور معاصرین اس طرف متوجہ ہوئے۔"

للہ الحمد کہ آں نقش کہ خاطر می بست آمد آخر زپس پردہ تقدیر پدید۔ (۸)

اصول ترجمہ

شاہ صاحب ؒ نے ترجمے اور تفسیر فتح الرحمٰن کے علاوہ اصول ترجمہ پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بڑا بصیرت افروز اور عالمانہ ہے، ابتدا میں لکھتے ہیں:

ویقول الفقیر الیٰ رحمۃ اللہ اکریم ولی اللہ بن عبد الرحیم ایں رسالۃ است در قواعد ترجمہ مسماۃ با لمقدمہ فی قوانین ترجمہ کہ در وقت تسوید ترجمہ قرآن قلم بہ ضبط آں جاری شد (۹)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ اور قرآن مجید کی تبلیغ عام کے راستہ میں جو چٹان حائل ہو گئی تھی شاہ صاحب ؒ جیسی عظیم المرتبت ہستی کے (جس کے علمی تبحّر، جامعیت، باطنی مرتبے اور اخلاص پر تقریباً اس عہد کے صحیح الخیال اور صاحب علم طبقہ کا اتفاق تھا) اقدام سے یہ چٹان ہٹ گئی اور راستہ صاف ہو گیا، اسلام کی تاریخ میں مسلسل ایسا ہوتا رہا ہے کہ کسی مسلم الثبوت اور بلند شخصیت کے کسی کام کے آغاز کر دینے سے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا بادل چھٹ گیا ہے اور شاہ راہ عام کھل گئی ہے امام ابو الحسن اشعری کا متکلمانہ مباحث میں حصہ لینا اور عقلی استدلال سے کام لینا، حجۃ الاسلام امام غزالی کا فلسفے کا مطالعہ اور اس کی تنقیح و تردید اور ایسے بہت سے اقدامات جو اپنے عہد کی ضرورت کے مطابق اسلام کی حفاظت یا مدافعت میں کیے گئے، اس کی روشن مثالیں ہیں۔

شاہ صاحب ؒ کے فارسی ترجمے کے بعد اردو تراجم کا آغاز

شاہ صاحب ؒ کے فارسی ترجمے کے بعد بہت جلد اردو میں ترجمۂ قرآن کی ضرورت محسوس ہوئی کہ بارھویں صدی کے آخری حصّے میں اردو نے فارسی کی جگہ لینی شروع کر دی تھی اور اردو میں تحریر و تصنیف کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اس ضرورت اور انقلاب حال کو سب سے پہلے خود شاہ صاحب ؒ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبد القادر صاحب ؒ دہلوی (م ۱۲۳۰ھ) نے محسوس کیا کہ ۱۲۰۴۔۵ھ میں گویا شاہ صاحب ؒ کے ترجمے کے پچاس برس بعد انھوں نے بامحاورہ اردو میں اس کا ایسا ترجمہ کیا جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کا کسی غیر عربی زبان میں ایسا کامیاب اور شگفتہ ترجمہ، جس میں زیادہ سے زیادہ قرآنی الفاظ کی روح آئی ہو، ابھی تک علم میں نہیں۔ شاہ عبد القادر صاحب ؒ اپنے ترجمے کی تمہید میں لکھتے ہیں:

"بندہ عاجز عبد القادر کے خیال میں آیا کہ جس طرح ہمارے والد صاحب ؒ بڑے حضرت شاہ ولی اللہ،

عبد الرحیم کے بیٹے، سب حدیثیں جاننے والے، ہندوستان کے رہنے والے نے فارسی زبان میں قرآن کے معنی آسان کر کے لکھے، اسی طرح اس عاجز نے ہندی زبان میں قرآن شریف کے معنی لکھے۔'' (۱۰)

شاہ عبد القادر صاحبؒ کے بعد انھیں کے برادر بزرگ شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ) نے قرآن مجید کا تحت اللفظ ترجمہ کیا جو اپنی احتیاطوں اور مصنف کے علمی تبحرّ و اخلاص کی وجہ سے بہت مقبول ہوا اور بعض حلقوں میں شاہ عبد القادر صاحبؒ کا بامحاورہ ترجمہ اور بعض حلقوں میں شاہ رفیع الدین صاحبؒ کا تحت اللفظ ترجمہ رائج اور قابل ترجیح قرار پایا۔

یہ دونوں ترجمے مسلمانوں کے گھروں میں ایسے عام ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ اس کے پڑھنے کا ایسا رواج ہوا جس کی مثال کسی دوسری دینی کتاب کے بارے میں نہیں مل سکتی، جہاں تک اصلاح عقائد اور عقیدہ توحید کی اشاعت کا تعلق ہے، ان دونوں ترجموں سے فائدہ اٹھانے والوں کی کوئی تعداد نہیں بیان کی جاسکتی کہ وہ لاکھوں سے متجاوز ہوگی۔ حقیقت میں کوئی اسلامی حکومت بھی اپنے وسائل کے ساتھ دعوت و اصلاح کا اتنا بڑا کام انجام نہیں دے سکتی تھی جو ان تین ترجموں نے انجام دیا۔ جو ایک ہی شجرہ طوبیٰ کی شاخیں ہیں۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اس کے بعد اردو ترجموں کا ایک سیلاب رواں ہو گیا، جس کی تعداد کا اندازہ ایک دشوار کام اور مستقل تحقیقی بحثوں کا طالب ہے۔

گھر گھر درس قرآن

قرآن مجید کے ان اردو تراجم کے علاوہ جو اسی خاندان والا شان کے دو برگزیدہ افراد حضرت شاہ عبد القادر دہلوی اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی نے کیے، ہندوستان میں جہاں جہاں اردو بولی جاتی تھی، گھر گھر پڑھے جانے لگے، قرآن مجید کے ذریعے تطہیر عقائد اور اصلاح اعمال و اخلاق کی سب سے طویل، سنجیدہ و عمیق اور موثر و وقیع کوشش خاندان ولی اللہ کے سب سے بڑے فرد اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے کاموں کی تکمیل و توسیع کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگ حضرت شاہ عبد العزیز کے ذریعے انجام پائی، جنھوں نے تقریباً ۶۳ سال تک دہلی جیسے مرکزی شہر اور تیرھویں صدی ہجری جیسے اہم زمانے میں درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا، اس کو خواص و عوام میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اور اس سے اصلاح عقائد کا جو عظیم الشان کام انجام پایا، ہمارے علم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

شاہ صاحبؒ کی کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

شاہ ولی اللہؒ دہلوی کی یہ کتاب ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' فارسی زبان میں لکھی گئی۔ بعد میں اس کے عربی اور ادو ترجمے کیے گئے۔ اس کتاب کا موضوع علوم القرآن ہے۔

دعوت الی القرآن اور خواص و اہل علم کے حلقے میں تدبر قرآن کی صلاحیت پیدا کرنے اور اس کے ذریعے سے امت کی اصلاح کا جذبہ بیدار کرنے کے سلسلہ میں شاہ صاحبؒ کی ایک تجدیدی و انقلابی خدمت اور کارنامہ ''الفوز

الکبیر" کی تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر (ہمارے علم میں پورے اسلامی کتب خانے میں) منفرد کتاب ہے۔

اصول تفسیر پر کوئی چیز عام طور پر نہیں ملتی، صرف چند اصول و قواعد تفاسیر کے مقدمے میں یا اپنا تصنیف بیان کرنے کے لیے بعض مصنفین چند سطروں میں لکھ دیتے ہیں شاہ صاحبؒ کی کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" بھی اگرچہ مختصر ہے لیکن پوری کتاب سراسر نکات و کلیات ہے، اور در حقیقت ایک جلیل القدر عالم کی جس کو فہم قرآن کے مشکلات کا علمی تجربہ ہے، ایک قیمتی اور نادر بیاض ہے۔

اس کی قدر وہی لوگ جان سکتے ہیں جن کو ان مشکلات سے واسطہ پڑا ہو بعض بعض اصول جو شاہ صاحبؒ نے اپنے ذوق و وجدان اور فہم قرآن کی بنا پر لکھ دیے ہیں، دوسری کتابوں کے سینکڑوں صفحات کے مطالعے سے حاصل نہیں ہو سکتے، اسی رسالے کے مقدمے میں شاہ صاحبؒ کا یہ فرمانا حرف بحرف صحیح ہے کہ:

"فقیر ولی اللہ بن عبد الرحیم (اللہ ان کے ساتھ اپنے لطف عظیم کا معاملہ فرمائے) کہتا ہے جب اللہ نے اس فقیر پر کتاب اللہ کے فہم کا دروازہ کھولا تو اس کی خواہش ہوئی کہ بعض مفید نکات جن میں لوگوں کو تدبر قرآن میں مدد ملے گی ایک مختصر رسالے میں لکھ دیے جائیں عنایت خداوندی سے امید ہے کہ طالب علموں کے لیے ان قواعد کے فہم کے بعد فہم مطالب قرآن کی ایسی کشادہ راہ مل جائے گی کہ اگر مطالعہ تفاسیر اور مفسرین (جن کی تعداد آج کل بہت ہی کم ہے) سے رجوع کرنے میں ایک عمر بھی گزاریں گے تب بھی فہم قرآن سے ایسا ربط پیدا نہ کر سکیں گے۔" (۱۱)

قرآن کے مضامین و مقاصد، اس کے طرز اسلوب کی خصوصیت اور انسانی تالیفات خصوصاً متاخرین کی کتب درسیہ سے اس کے اختلاف و امتیاز اور شان نزول سے متعلق چند لفظوں میں جو کچھ لکھا ہے، آج اس میں ممکن ہے کوئی ندرت نہ معلوم ہو لیکن بارھویں صدی میں یہ قطعاً نئے خیالات تھے اور آج بھی کتنے حلقوں میں یہ خیالات نامانوس ہیں۔ شان نزول کی روایتوں کی کثرت اور ان کی اہمیت پر زیادہ زور دینے سے (جو قرون متاخرہ کا شعار بن گیا تھا) قرآن کریم کے مضامین و قصص اور مواعظ و عبر سے ہر زمانے میں جو فائدہ اٹھانا چاہیے اور اپنے اپنے زمانے و حالات پر ان کا جس طرح انطباق ہونا چاہیے، اس میں بڑا فرق ہو گیا تھا شاہ صاحبؒ کی اس تحقیق و تنقیح سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے اور قرآن مجید کا جمال جہاں آرا سامنے آ جاتا ہے، الفوز الکبیر کے باب اوّل میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"عام مفسرین نے ہر ایک آیت کو خواہ مباحثہ کی ہو یا احکام کی ایک قصہ کے ساتھ ربط دیا ہے، اور اس قصہ کو اس آیت کے لیے سبب نزول مانا ہے لیکن حق یہ ہے کہ نزول قرآنی سے مقصود اصلی نفوس بشریہ کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے۔ اس لیے آیات مناظرہ کے نزول کے لیے متکلمین میں عقائد باطلہ کا وجود اور آیات احکام کے لیے ان میں اعمال فاسدہ اور مظالم کا شیوع اور آیات تذکیر کے نزول کے لیے ان کا بغیر ذکر آلاء اللہ و ایام اللہ اور موت و واقعات بعد الموت کے بیدار نہ

ہونا، اصلی سبب ہوا۔ خاص واقعات کو جن کے بیان کرنے کی عام مفسرین نے زحمت اٹھائی ہے، اسباب نزول میں چنداں دخل نہیں ہے، مگر سوائے چند آیات کے جن میں کسی ایسے واقعے کی جانب اشارہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یا اس سے پیشتر واقع ہوا ہو۔" (۱۲)

خصوصیات کتاب

قرآن مجید نے جن فرقوں کی تردید کی ہے، ان کے اصلی اور صحیح خیالات و عقائد اور کمزوریوں کا بیان ان کی گمراہیوں اور غلط فہمیوں کے حقیقی اسباب اور ان کی تاریخ، نفاق کی تشریح اور مسلمانوں کی بعض جماعتوں پر ان کی تطبیق، فہم القرآن کی اساس ہے جو اختصار کے باوجود اس وضاحت کے ساتھ کسی بڑی سے بڑی تفسیر میں نہیں ملے گی۔

نسخ میں متقدمین و متاخرین کے اصطلاحی فرق اور منسوخ و ناسخ آیات میں تطبیق، صحابہ و تابعین کے تفسیری اختلاف کا حل شاہ صاحبؒ کی عمدہ تحقیقات میں سے ہے۔

نحو کے مشہور اور ظاہری قواعد کی بعض آیات سے بظاہر عدم مطابقت کی جو توجیہ شاہ صاحبؒ نے کی ہے، اس کی قدر وہ لوگ کرسکتے ہیں جو نحو کی تدوین کی تاریخ سے واقف اور بصرہ و کوفہ کے دبستان کے اختلاف پر نظر رکھتے ہیں۔

رسالے کا بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر ادیان سابقہ فرق ضالہ اور اقوام و ملل کی پرانی بیماریوں اور کمزوریوں کی نشاندہی ہوتی ہے اور اس کی توفیق ملتی ہے کہ قرآن کے آئینے میں مسلمانوں کی نسلیں اور اپنے اپنے عہد کا مسلم معاشرہ اور طبقات امت، اپنا چہرہ دیکھیں اور اس کی فکر کریں کہ مذاہب و فرق کی سابقہ بیماریاں اور کمزوریاں دبے پاؤں ان میں تو داخل نہیں ہوگئی ہیں۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (النساء:۱۰)

"ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے؟"

فتح الخبیر

شاہ صاحبؒ نے ایک اور رسالہ بھی لکھا ہے جو کہ فتح الخبیر (عربی) کے نام سے قرآن مجید کے مشکل الفاظ کی تشریح پر مشتمل ہے یہ رسالہ الفوز الکبیر کے تتمہ کے طور پر شامل ہے۔

اہل علم کی رائے

مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب

مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اور سب سے بڑا کام کم از کم میرے ناچیز خیال میں شاہ صاحب کا یہ ہے کہ سب سے پہلے انھوں نے ہندوستان میں قرآن و حدیث کے ترجمے کی بنیاد بڑی جرات اور ہمت سے کام لے کر بالآخر ڈال دی تھی۔ اگرچہ خود انھوں نے فارسی میں قرآن کا بھی ترجمہ کیا۔ اور حدیث کی قدیم ترین کتاب موطا مالک کا بھی ترجمہ فارسی ہی میں کیا کہ ان کے زمانے تک غالباً اردو عام طور سے لکھنے پڑھنے کی زبان نہیں بنی تھی۔ جو بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ وہ فارسی میں لکھتے پڑھتے تھے لیکن جوں ہی کہ اردو نے قدم آگے بڑھایا اور اس راہ میں اس نے بڑی تیزی دکھائی۔ تو محض اس لیے کہ شاہ صاحب کا نمونہ فارسی میں موجود تھا۔ آپ کے صاحبزادوں میں سے حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے بامحاورہ اردو میں اور شاہ رفیع الدین صاحب نے لفظی ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل فرمائی اور ان دونوں حضرات کے بعد پھر اس وقت تک اردو میں قرآن بلکہ حدیث کے بھی جتنے ترجمے ہوئے یا آئندہ ہوں گے کم از کم ہندوستان کی حد تک اس سنت حسنہ کے تسنن کا سہرا حضرت شاہ ولی اللہؒ ہی کے سر بندھا ہے۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے کارناموں میں ترجمے کی خدمت کو میں سب سے بڑی خدمت قرار دیتا ہوں۔" (۱۳)

مولانا عبد الماجد دریابادی صاحبؒ

مولانا عبد الماجد ماہنامہ الفرقان (بریلی) میں ہندوستان میں قرآن فہمی کا چرچا اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں قرآن فہمی کا چرچا آج جو کچھ نظر آتا ہے یہ اردو، انگریزی اور دوسری زبانوں میں جو بیسیوں ترجمے شائع ہو چکے ہیں، شائع ہو رہے ہیں یا آئندہ شائع ہوں گے ان سب کے اجر کا جزوِ اعظم یقیناً حضرت شاہ صاحبؒ کے حسنات میں لکھا جائے گا۔ یہ سارے چراغ اسی چراغ سے روشن ہوئے ہیں۔ اگر اس کی ابتدا آپؒ اپنے مبارک ہاتھوں سے نہ کر جاتے تو نہ شاہ رفیع الدینؒ کا اردو ترجمہ وجود میں آتا، نہ شاہ عبد القادرؒ کا، اور متاخرین کا تو ذکر ہی کیا۔ جو شخص امت کی بے شمار نسلوں کے لئے اتنی بڑی رحمت کا دروازہ کھول گیا اس کے اجرِ بے حساب کا حساب اور مزدِ بے نہایت کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے۔" (۱۴)

مولانا عبید اللہ سندھی صاحبؒ

مولانا عبید اللہ سندھی شاہ صاحبؒ ؒ کی قرآنی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

الغرض شاہ صاحبؒ ؒ نے قرآن کے اعجاز کو اس کے بتائے ہوئے نظام حیات میں متعین فرمایا، اس طرح قرآن کی عملی افادیت ان کے نزدیک اس کا معجزہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اب قرآن کے اس نظامِ حیات سے ہر شخص خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، عامی ہو یا عالم، فلسفی ہو یا سادہ مزاج، مستفید ہو سکتا ہے اور اس کے اعجاز کو سمجھ

سکتا ہے۔ لیکن اگر قرآن کا اعجاز محض عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا پابند ہو جاتا تو اس صورت میں معدودے چند افراد کے سوا دوسرے لوگ اس کی اعجازی خوبیوں سے محروم رہتے۔" (۱۵)

قاضی جاوید صاحبؒ

قاضی جاوید صاحبؒ افکار شاہ ولی اللہؒ میں شاہ صاحبؒ کے ترجمۂ قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اگرچہ شاہ کا ترجمہ قرآن برصغیر میں پہلا ترجمہ نہ تھا، مگر یہ ترجمہ بعض ایسی خصوصیات کا حامل تھا جو دیگر تراجم میں موجود نہ تھیں، چنانچہ اسے خاصی مقبولیت ہوئی، بعد ازاں شاہ کے دو صاحبزادوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر نے قرآن حکیم کا پہلی بار اردو میں ترجمہ کیا، جس سے عوام کے ایک بڑے طبقے کو قرآنی تعلیمات تک براہِ راست رسائی حاصل ہو گئی، مذہبی نقطہ نگاہ سے ولی اللہی خاندان کی یہ ایک بڑی خدمت تھی۔" (۱۶)

مولانا حافظ محمد رحیم بخش مرحوم دہلویؒ

مولانا حافظ محمد رحیم بخش مرحوم دہلوی، شاہ صاحبؒ کے ترجمہ قرآن کی خدمت پر اس طرح رقمطراز ہیں کہ:

"اس وقت ہندوستان میں جہاں سے جہاں تک سچے اسلام کی روشنی نظر آتی ہے اور شرک وبدعت سے صاف اور نتھرا ہوا مذہب دکھائی دیتا ہے سب اسی ترجمے کا صدقہ ہے۔

این کار از تو آید و مردان چنیں کنند (۱۷)

حوالہ جات

(۱) ولی اللہ، شاہ، التفہیمات الالٰہیہ، المجلس العلمی، ڈابھیل، ۱۳۵۵ھ، ج ۲، ص ۱۳۴۔۱۳۵

(۲) ایضاً، ج ۲، ص ۱۳۵

(۳) ایضاً، شاہ الفوز الکبیر (اردو)، مترجم: انصاری، رشید احمد، مکتبہ برہان، دہلی، ۱۹۵۵ء، ص ۱۰

(۴) عبد القادر، شاہ، مقدمہ موضح القرآن، بحوالہ: گیلانی، مناظر احسن، تذکرہ شاہ ولی اللہ، نوید پبلشر، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۶

(۵) محمد اکرام، رود کوثر، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۵۵۳

(۶) جائزہ تراجم قرآنی، شائع کردہ مجلس معارف القرآن، دار العلوم دیوبند، ص ۱۳۔۱۴

(۷) محمد اکرام، شیخ، محوّلہ بالا

(۸) ولی اللہ، شاہ، فتح الرحمن، دہلی، مطبع فاروقی، ۱۲۹۴ھ، ص دیباچہ

(۹) ایضاً، اصول ترجمہ، مخطوطہ، محفوظ کتب خانہ ندوۃ العلماء مشتمل بشش صفحات، سن ندارد

(۱۰) عبد القادر، شاہ، موضح القرآن، جلد اول، ص ۲؛ بحوالہ: گیلانی، مناظر احسن، تذکرہ شاہ ولی اللہ، نوید پبلشر لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۴

(۱۱) ولی اللہ، شاہ، الفوز الکبیر (اردو)، مترجم: انصاری، رشید احمد، دہلی، مکتبہ برہان، ۱۹۵۵ء، ص ۳

(۱۲) ایضاً، ص ۵

(۱۳) گیلانی، مناظر احسن، تذکرہ شاہ ولی اللہؒ، نوید پبلشرز لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۳۔۱۷۷

(۱۴) دریابادی، عبد الماجد، ماہنامہ الفرقان، بریلی، شاہ ولی اللہ نمبر، ۱۳۵۹ھ، ص ۱۳

(۱۵) سندھی، عبید اللہ، شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک، المحمود اکیڈمی لاہور، ۱۹۴۱ء، ص ۳۲

(۱۶) قاضی جاوید، افکار شاہ ولی اللہ، نگارشات، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۶۹

(۱۷) دہلویؒ، محمد رحیم بخش، حیات ولی، مکتبہ طیبہ لاہور، بلال گنج، ۱۹۷۲ء، ص ۳۹۶

کتابیات

۱۔ جائزہ تراجم قرآنی، شائع کردہ مجلس معارف القرآن، دارالعلوم دیوبند، سن ندارد

۲۔ دہلویؒ، محمد رحیم بخش، حیات ولی، بلال گنج، لاہور، مکتبہ طیبہ، ۱۹۷۲ء

۳۔ سندھی، عبید اللہ، شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک، لاہور، المحمود اکیڈمی، ۱۹۴۱ء

۴۔ قاضی جاوید، افکار شاہ ولی اللہ، لاہور، نگارشات، ۱۹۷۷ء

۵۔ گیلانی، مناظر احسن، تذکرہ شاہ ولی اللہ، لاہور، نوید پبلشر، ۲۰۰۳ء

۶۔ محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۵ء

۷۔ ولی اللہ، شاہ، التفہیمات الالٰہیہ ڈابھیل، المجلس العلمی، ۱۳۵۵ھ

۸۔ ولی اللہ، شاہ، الفوز الکبیر (اردو) مترجم: انصاری، رشید احمد دہلی، مکتبہ برہان، ۱۹۵۵ء

۹۔ ولی اللہ، شاہ، فتح الرحمن، دہلی، مطبع فاروقی، ۱۲۹۴ھ

رسائل و جرائد

ماہنامہ الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر بریلی، ۱۳۵۹ھ